اکبر کے نورتن کی ایک نادر تحریر

از جناب صاحبزادہ شوکت علی خاں ایم، اے
ناظم ادارۂ تحقیقات علومِ شرقیہ، ٹونک راجستھان

مُغلیہ شان و شوکت کا سورج ڈھل گیا، آج نہ بابر ہے نہ ہمایوں اور نہ اُس کے بھائی کامران کی کشمکش —— نہ اکبرِ اعظم کا جاہ و جلال نہ جہاں گیر کا عدل و انصاف ہے اور نہ شاہ جہاں کی شان و شکوہ، نہ اورنگ زیب کی سیاست و حکمت عملی ہے اور نہ دارا شکوہ بلند اقبال ہیں، نہ رفیع اختر مراد، نہ بیرم خاں نہ علی مردان خاں نہ شائستہ خاں، نہ میر جملہ اور مرزا، راجہ جے سنگھ، جسونت سنگھ اور نہ عبدالرحیم خانِ خاناں، یہ سب تاریخی شخصیتیں ختم ہوگئیں نہ اہلِ سیف رہے نہ زور آزما حکمراں اور نہ ہی اہلِ قلم سب کے کارنامے تاریخ کے اوراقِ پارینہ میں محفوظ ہیں - تاریخ اٹھا کر دیکھئے: کہیں اکبر کی مہمات کا نقشہ ملے گا تو کہیں شاہجہاں کے فنونِ لطیفہ اور شان و شوکت کی دل پسند داستانیں، کہیں اورنگ زیب، زاہدِ خشک کی مصنفی اور مقدس زندگی کے اصول، لیکن کسی کو ہم آنکھ سے نہیں دیکھتے صرف اہلِ قلم ہی کو دیکھتے ہیں، ان کی تصویر ہم اُن کی زبانی انہیں سے سنتے ہیں، اُن کی پوری زندگی ہماری آنکھوں کے سامنے نمایاں اور واضح تر ہوجاتی ہے، بابر کو ہم اُس کی تزک سے جھانکتے ہیں ہمایوں کو گلبدن بیگم کی زبانی سنتے ہیں، اکبر کو ابوالفضل کے سحر انگیز قلم سے قشقہ کھینچے دیکھتے ہیں، جہانگیر کو بھی اُسی کے قلم سے دیکھتے اور اس کی تزک کے جھروکے سے درشن کرتے ہیں ادھر دارا شکوہ کو سفینۃ الاولیاء سے مطالعہ کرتے ہیں اور عبدالرحیم خان خاناں کو واقعاتِ بابری اور فارسی ہندی شاعری سے دیکھتے ہیں؛ اسطرح ہم مغلیہ دور کے اہل فن اور اہلِ قلم کا مطالعہ ان کی ہی زبانی کرسکتے ہیں، اُن کی شخصیتیں

آج تک ان کی تحریروں، ان کی نگارشات میں چھپی ہوئی ہیں، ذرا غور کیجئے اکبر کے جامع حیثیات جنرل اور شاعر مورخ عبدالرحیم خان خاناں کو کہاں سے اور کیسے دیکھتے ہیں، اس کی انگلیوں کی نشانی اس کے قلم کی کشش، کشیدگی اور مد و تحریر سے انداز کر سکتے ہیں جس کا ذکر ہم اس مقالے میں کریں گے، وہ نادر تحریر اسی اکبر کے نورتن عبدالرحیم خان خاناں ابن بیرم خاں کی ہے۔ یہ وہی بیرم خاں ہے جو ہمایوں بادشاہ کا سپہ سالار اور بعد میں اکبرِ اعظم کا مطلق العنان نگراں اور وزیرِ اعظم تھا خاندانِ مغلیہ کا گویا بسمارک[۱] اور کوٹلیہ[۲] تھا، اُس کا زوال دیکھ کر بسمارک کا سا زوال نظر آجاتا ہے، اسی نامراد اور بدنصیب باپ کا بیٹا عبدالرحیم خان خاناں تھا جو بیرم خاں کے شہید ہو جانے کے بعد اکبرِ اعظم کے سایۂ عاطفت میں تعلیم و تربیت پاکر اکبر کے نورتن میں جگہ پاتا ہے، اسی عبدالرحیم خان خاناں کی ایک نایاب قلمی تحریر کا اب ذکر کرنا ہے جو ہمارے ایک قلمی نادر نسخے پر مرقوم ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ خان خاناں جیسا رزم کا دھنی اور جیسا بساطِ سیاست کا شاطر تھا ویسا ہی اپنے اعلیٰ و ارفع ادبی ذوق اور صلاحیت کے لئے مشہور و معروف تھا۔ جہاں دکن کی مہمات اس کو تلوار کا دھنی قرار دیتی ہیں وہاں اس کی ہندی شاعری اس کی تصنیفات اور ذوقِ کتب بینی اب بھی اُس کو سخنداں، سخن ور اور شاعر و مورخ مانتی ہے، اُس نے رزم کے میدان سے ہٹ کر ایک علمی اور ادبی میدان پیدا کر لیا تھا۔ جب بھی تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی بوچھار سے فرصت ملتی تھی وہ ایک ایسی دنیا میں پہنچ جاتا تھا۔ جہاں ادبا، فضلاء اور محققین کی مجالس ہوں جہاں شعراء کی موشگافیاں ہوں تو کہیں ان کی ترنم ریزیاں اور نغمہ سنجیاں، ایسا فخرِ روزگار اور انمول رتن بڑی کسمپرسی اور عبرت خیز اور ویران بستی میں اُجڑے اجڑے مقبرے میں آرامیدہ اپنے کارناموں کا صلہ مانگ رہا ہے۔ اس کا مقبرہ ہمایوں کے مقبرے کے پاس دہلی میں اب بھی کھڑا ہے، لیکن ویران برباد اور اُجڑا اُجڑا جس کا سنگِ مرمر خان خاناں کا کفن بن کر اُسی کے ساتھ دفن کر دیا گیا اس کی عظمتیں بھلا دی گئیں اس کی صفات جگہ جگہ کسی کونے کچالے کسی کتاب اور مخطوطے میں خون کے آنسو رو رہی ہیں مگر وہ آج بھی زندہ ہے، اُس کا جسم ضرور فنا ہو گیا، اس کی سیاسی عظمتیں گو بھلا دی گئیں لیکن علمی اور ادبی دنیا میں خان خاناں زندہ جاوید ہے اس کی تصانیف زندہ ہیں اس کی قلمی

---

[۱] بسمارک BISMARCK جرمنی کا چانسلر اور یورپ کا مشہور مدبر سیاستداں گزرا ہے جس نے ۱۸۷۰ء میں جرمنی کو متحد کیا اور بعد میں پورے یورپ کو اپنے اشاروں پر چلایا۔ [۲] کوٹلیہ جس کو چانکیہ بھی کہتے ہیں چندر گپت موریہ کے زمانے میں ہوا ہے سیاسیات و معاشیات کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔

تحریریں آج بھی ہماری آنکھوں کے لئے اجالا ہیں ہم اس کو اس کی خوبصورت، دل کش اور مدور تحریر میں دیکھ سکتے ہیں، اس کی ہاتھوں کی خوبصورتی کا احساس کر سکتے ہیں، اس کی سڈول بھاری بھاری خوبصورت انگلیوں کو دیکھ سکتے ہیں۔

خان خاناں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر ہمارے ایک مخطوطے "مروج الذہب ومعدن الجواہر" کے ایک ورق پر مرقوم ہے بڑی واضح دل کش صاف اور نمایاں، اس کے جلی حروف اور روشنائی سے ایسا جان پڑتا ہے گویا آج ہی لکھی گئی ہو۔ یہ تحریر عبدالرحیم خان خاناں کے خود کے قلم سے لکھی ہوئی ہے جس کے ثبوت میں اُسی کے دستخط ثبت ہیں، یہ مخطوطہ اکبر کے آخری دور میں لکھا گیا اور دکن سے مومن تاجر نے خانِ خاناں کی خدمت میں بھیجا۔ اس مخطوطے کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ اکبر کے دور کا مکتوبہ ہے، اور مغلیہ کتب خانوں کی زینت بنا رہا اس کے ساتھ ساتھ اس پر عبدالرحیم خانِ خاناں جیسے لائق درباری اور جنرل کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر اور دستخط ثبت ہے۔ عبارت یہ ہے:-

"اللہ اکبر"

"این کتاب کہ مشہور بہ تاریخِ مسعودی ست و موسوم بامروج الذہب محمد مومن تاجر از پیش دکن فرستاد۔ بتاریخ رسید ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۰۳۰ھ

راقم ایں حروف عبدالرحیم ابن بیرم خاں عفی عنہما"

یہ تحریر اُس وقت کی لکھی ہوئی ہے جبکہ شاہجہاں کی شان وشوکت عین شباب پر تھی اُس کا خواب مرمریں پایۂ تکمیل کو پہونچنے جا رہا تھا، کبھی وہ اس کی خوبصورتی و رعنائی میں کھو جاتا ہے تو کبھی بلخ و بدخشاں کی لاحاصل مہمات اس کو بے چین کئے دیتی ہیں، تو کبھی کابل و قندھار لشکر بھیجتا ہے، تو کبھی دکن کے حالات تردد کا باعث بنتے ہیں تو کبھی ممتاز محل کی یاد اُس کے گداز دل میں چٹکیاں لینے لگتی ہے۔ ٹھیک اسی وقت خان خاناں سیاست سے بے نیاز ہو کر ادبی دنیا میں کتب بینی میں منہمک نظر آتا ہے کبھی ہندی دوہوں کی تخلیق کرتا ہے تو کبھی تزکِ بابری کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ کرتا ہے کبھی دکن سے کتابوں کے تحفوں کی رسید دیتا ہے اور پھر اپنے علمی مشاغل میں ڈوب جاتا ہے سنہ ۱۰۳۰ھ مطابق سنہ ۱۶۲۱ء میں دکن کے ایک تاجر محمد مومن نے تاریخی شاہکار مروج الذہب بھیجی جس کو خانِ خاناں نے اپنے کتب خانہ کی زینت بنائی۔ یہی وہ کتاب ہے جو زمانہ کے حادثات و سانحات سے بچتی بچاتی نہ جانے کن کن دشوار کن منازل سے گذرتی ہوئی آج اس ادارۂ تحقیقات علوم شرقیہ ٹونک کو مزین کئے ہوئے ہے۔ یہ کتب خانہ نواب

محمد علی خاں بہادر والیٔ ریاست ٹونک[1] کا جمع کردہ ہے جس نے فروغِ علم وادب کے لئے دنیا کے گوشے گوشے سے نادر کتب ومخطوطات خریدنے میں بے دریغ رقم صرف کی اور اپنی پوری زندگی اسی مشغلہ میں گذار دی۔ نواب ممدوح ایک متبحر عالم، مجتہد، مصنّف اور معلّم ہونے کے ساتھ ساتھ سفینۂ علم وادب کے کھویّا تھے، یہ نایاب نوادر کا ذخیرہ اُنہیں کی یادگار ہے اور علمی ادبی دنیا کے لئے خراجِ تحسین اور صلہ۔

یہی وہ ذخیرہ ہے کہ جو کتب خانۂ سعیدیہ کے نام سے مشہور تھا جو نہ صرف راجستھان میں بلکہ پورے ہندوستان میں اُن گنے چنے کتب خانوں میں سے ایک تھا جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں، اسی کتب خانہ میں وہ شاہ پارے اور جواہر ریزے ہیں جو مصر وکابل وقندھار، سمرقند وبخارا تک کے محققین کو کشاں کشاں لاتے تھے، یہی وہ کتب خانہ ہے جس سے مولانا آزاد کو دلچسپی تھی۔ جس سے مولانا مرحوم نے خود بھی استفادہ کیا تھا اور بہت سے علماء کو اس کتب خانے کی سیر کرنیکا مشورہ بھی دیتے تھے، کبھی مصر کے محقق آتے تھے تو کبھی آکسفورڈ سے اسکالرز آتے تھے، اسی کتب خانے کا ایک نایاب قلمی ذخیرہ ادارۂ تحقیقاتِ علومِ شرقیہ کو منتقل ہوگیا ہے اور اب بھی ٹونک کے ویران کھنڈرات اور قدیم آثار میں علمی اور ادبی سرمایہ لئے ہوئے دنیائے علم وفن کو دعوت دے رہا ہے، یہی ٹونک وہ خوش نصیب مقام ہے جہاں سے اورنگ زیب کے رایاتِ ظفر آیات گذرے تھے یہی وہ پُرفضا ٹونک ہے جہاں توہنا منصور کے رومان افزا اور روحانی داستانیں کہی گئی ہیں اور یہیں دونوں کے مزارات اب بھی اہلِ دل اور اہلِ نظر کے لئے سوز وگداز کا باعث بنے ہوئے ہیں یہی وہ پُربہار اور تاریخی جولان گاہ ہے جہاں مرہٹے لشکر گذرے، جہاں ہولکر اور سندھیا کی فوجیں کوچ کرتی ہوئی گذریں، یہیں امیر خاں نے جنگِ آزادی کا پہلا سبق پڑھایا یہی وہ روحانی زمین ہے جہاں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا کارواں ٹھہرا، نیز یہی وہ دل کشا مقام ہے جہاں سے بڑی تحریک کے منصوبے بنے اور انگریزوں کے خلاف اسی مقام سے جہاد کی قرار دادیں پاس ہوئیں یہیں مولوی اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متبرک اور مسعود قدم گذرے ہیں، اِسی مقام کے ایک گوشے میں ادارۂ تحقیقاتِ علومِ شرقیہ کا بیش بہا ذخیرہ اسلاف کی دیدہ ریزیوں

---

[1] ریاست ٹونک ۱۸۱۷ء میں نواب امیر الدولہ محمد امیر خاں نے انگریزوں سے جنگ کرکے حاصل کی تھی، نواب محمد علی خاں اِسی آزادی کے سپاہی اور نبرد آزما سالار کے پوتے تھے جنھوں نے تلوار کے میدان سے الگ بھی ایک علمی دنیا آپ بنائی جو کبھی نہیں بھلائی جائے گی۔

اور کاوشوں کو سموئے ہوئے موجب فخر ومباہات بنا ہوا ہے، اسی بیش بہا ذخیرے میں کہیں خطاطی کے نایاب نمونے ہیں تو کہیں شاہانِ مغلیہ کی مہروں کے نمونے تو کہیں علماء وفضلاء کی قلمی اسناد اور کہیں جنرلس اور امراء کی نگارشات تو کہیں اولیاء و شیوخ کی تصنیفات وتالیفات۔

ان ہی میں کا ایک نمونہ مروج الذہب ومعدن الجوہر کا یہ زیرِ بحث نسخہ بھی ہے جو نہایت خوش خط اور دیدہ زیب ہے۔ قدیم خطاطی کا بہترین نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ اُس زمانہ کی تیار کردہ روشنائی اور قلم کا اعلیٰ واحسن معیار بھی ہے۔ کاغذ بادامی، غیر مجلد دَوَل، کرم خوردہ اور مقطوع ہے لیکن خط کی تحریر بہت صاف واضح اور نمایاں ہے، ایسا جان پڑتا ہے گویا آج ہی لکھا گیا ہو آخیر کے چند اوراق مرمت شدہ ہیں۔ تقطیع کلاں پر مشرقی دنیا کے بہترین خطاط محمد بن علی بن شحوری نے ۹۹۳ ہجری مطابق ۱۶۰۴ء میں ٹھیک اس وقت لکھا جبکہ اکبری جلال کا سورج ڈوب رہا تھا، اور اکبر کا چہیتا دوست ابوالفضل جہانگیر کے اشارہ پر قتل کیا جاچکا تھا اور اکبر اپنے چہیتے اور دلارے بیٹے سلیم شیخو بابا کو کبھی نظر بند کرتا ہے تو کبھی باغی قرار دے کر اپنی نظروں سے دور کرتا ہے تو کبھی بڑے چاؤ اور دُلار سے اس کی خطائیں معاف کرکے اشارہ سے ہمایوں کی تلوار بندھوا کر اُس کے سر پر شاہی پگڑی رکھ کر اس کو اپنا جانشین بناتا ہے، یہ وہی سال ہے جب اکبر موت کے بستر پر اپنے لاڈلے شیخو بابا کے سر پر ہاتھ رکھے ۱۶۰۵ء کے اکتوبر کا انتظار کر رہا ہے۔ ادھر محمد بن علی اس نایاب کتاب کی تکمیل میں اپنا قلم تیز سے تیز تر کرتا ہے اُدھر اکبر کی زندگی کے دن کم سے کم ہوتے جاتے ہیں، اکبر کے مرنے سے کچھ ماہ قبل اس مخطوطے کی کتابت ختم ہو جاتی ہے جو بعد میں بیرم خاں کے بیٹے خان خاناں، شاہجہان اور اورنگ زیب کے کتب خانوں کی زینت بنی رہی۔

یہ مخطوطہ کافی ضخیم ہے۔ کل ۷۸۸ اوراق ہیں، ہر ورق میں ۲۵ سطور ہیں، پہلے ورق پر چھ مہریں ثبت ہیں۔ جو سعیِ بسیار کے باوجود بھی اب تک نہیں پڑھی جاسکیں، ہو سکتا ہے کسی نے اس کتاب کو اپنی ملک بناتے وقت ان مہروں کو مٹانے کی کوشش کی ہو بہت ممکن ہے کہ یہ مہریں جہانگیر اور شاہجہاں کی مہریں ہوں یا کسی بڑے منصب دار اور تحویل دار کی، بہر حال صاف سمجھ میں نہیں آتیں، آخر ورق کی تین مہروں میں سے صرف دو ہی سمجھ میں آتی ہیں، یہ دونوں مہریں اورنگ زیب عالمگیر کی ہیں جن کے نقوش بھی مٹتے جا رہے ہیں، اِن مہروں میں بھی صرف یہ حروف صاف سمجھ میں آتے ہیں:

"عالمگیر بادشاہ" اس کے علاوہ اور حروف محو شدہ ہیں، یہ بات بحث طلب ہے کہ آیا یہ مہریں اورنگ زیب عالمگیر

کی ہی ہیں یا عالمگیر ثانی کی۔ لیکن "عالمگیر بادشاہ" بہت صاف اور نمایاں ہے اور مہر کی پہلی سطر میں کندہ ہے، دوسری سطر کے حروف محو شدہ ہیں، ہوسکتا ہے کہ ان حروف میں اورنگ زیب کے کسی تحویل دار کا نام کندہ ہو جو مٹ گیا ہے، اگر عالمگیر ثانی ہوتا تو لفظِ ثانی ٹھیک عالمگیر کے بعد میں کندہ ہوتا۔ جس طرح اور عالمگیر ثانی کی مہروں میں کندہ ہے۔ اغلب یہی ہے کہ یہ دونوں مہریں اورنگ زیب عالمگیر ہی کی ہیں جس کے کتب خانے میں یہ تاریخ مسعودی رہی ہوگی۔

اس کے بعد کا حال کچھ معلوم نہیں کہ یہ نسخہ اورنگ زیب کے کتب خانہ سے کس طرح نواب محمد علی خاں بہادر کے پاس آیا، اس دور کی نہ تو کوئی مہر ہے اور نہ ہی کوئی تحریر ہے جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ اورنگ زیب کے بعد پھر کہاں کہاں یہ نسخہ رہا ہے، صرف ایک مہر دیوان شمس الدین[1] کی مع ان کے دستخط کے ثبت ہے۔

شاہی مہریں اور خانِ خاناں کی تحریر اس نسخے کی اہمیت کو اور بڑھا دیتی ہیں گو یہ نسخہ چھپ چکا ہے لیکن اس نسخے کی قلمی اور تاریخی اہمیت ہونے کی وجہ سے اور بھی زیادہ قدر ہے۔ چغتائی تہذیب اور ان کی علم پروری کی زندہ نشانی عبدالرحیم خان خاناں کے رشحاتِ قلم اور اورنگ زیب عالمگیر کی مہروں کے تبرکات ہمیشہ اس مخطوطے کی اہمیت اور قدر کو دوبالا کرتے رہیں گے۔

مروج الذہب و معدن الجوہر کے مصنف کا نام قطب الدین[2] ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہے۔ نویں صدی عیسوی کے اواخر میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ ۹۱۲ء کے بعد سے جوانی ہی میں سفر شروع کیا۔ طبیعت خداداد تنوع پسند اور جدت طرازتھی' مشاہدات اور تجربات سے دل لگاؤ تھا اسی وجہ سے فارس' ہندوستان سیلون، سسلی اور جنوبی جزیرہ عرب، شام و روم کا سفر کیا، ہندوستان آنا تو یہاں کی کتب سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ آخر عمر میں قیام پذیر ہوگئے۔ خلیفہ مطیع للہ بن مقتدر عباسی کے زمانے سے تاریخ و جغرافیہ میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا تھا ۳۴۶ھ مطابق ۹۵۷ء میں فسطاط (مصر قدیم) میں انتقال کیا۔[3] فنِ تاریخ کے ماہر

---

[1] دیوان شمس الدین قابل اور فاضل دیوان تھے جنھوں نے وزیرالدولہ، یمین الدولہ اور امین الدولہ والیانِ ریاست ٹونک کا زمانہ پایا۔ موصوف مصنف اور مؤرخ بھی ہیں جن کی مہریں اور دستخط اس ذخیرے کی بیشتر کتابوں پر پائی جاتی ہیں۔

[2] کشف الظنون جلد دوم مطبوعہ ۱۲۷۴ھ مصر ص ۲۵۶۔

[3] فوات الوفیات: مصنف محمد شاکر کتبی جلد دوم صفحہ ۴۵ مطبوعہ مصر ۱۲۸۲ھ

اور دیگر علوم کے متبحر فاضل تھے، آپ نے شروع میں ایک کتاب اخبار الزماں لکھی تھی، جو بیس جلدوں پر مشتمل تھی، اس میں عمرانیات، تاریخ اور جغرافیہ سے بحث کی ہے اور دنیا کے تمام مشہور ممالک کے احوال بڑی دلچسپی سے بیان کئے ہیں لیکن ضخیم ہونے کی وجہ سے اس کو مختصر کیا جس کا نام "اوسط" رکھا جو اخبار الزماں کا تتمہ کہا جاتا ہے مگر اوسط کو بھی مختصر کر کے یہ کتاب تیار کی، کثیر الفوائد ہونے کی وجہ سے اس کا نام مروج الذہب ومعدن الجوہر رکھا۔ اس میں صحابہ کے زمانے سے لے کر ۳۳۲ھ تک کے اہلِ قلم اور اربابِ فکر ونظر کے طبقات اور اخبار وآثار بیان کئے ہیں اور مصریوں کے ابتدائی حالات وانکشاف اہرام مصری کی مدد سے لکھے ہیں۔ قاموس المشاہیر میں مسعودی کا ذکر کرتے ہوئے مرتب بتاتا ہے کہ مروج الذہب کا ترجمہ سپرنگر نے انگریزی میں کیا ہے۔[1] اس کتاب کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں بھی ہو چکا ہے چنانچہ ۱۸۶۱ء سے ۱۸۷۷ء تک ۱۴ جلدیں پیرس (PERIS) میں شائع ہو چکی ہیں[2] اس کے علاوہ مصر میں اور دوسرے ممالک میں برابر شائع ہوتی رہی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اپنی نوعیت کی ایک عجیب کتاب ہے جو اس زمانہ کی تصنیف وتالیف اور ماحول وحالات پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس کی افادیت اور ماہیئت اس سے ظاہر ہے کہ ڈاکٹر اسپرنگر اتنے متاثر ہوئے کہ مسلم تہذیب اور مسلم علمی خدمات کی ان الفاظ میں تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہوتے ہیں۔ "دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں ہوئی ہے جس نے مسلمانوں کی طرح بارہ سو سال کی طویل مدت میں اپنے ہر اہلِ قلم کی زندگی کا حال محفوظ رکھا ہو۔ اگر مسلمانوں کی سوانح عمریاں اکٹھی کی جائیں تو ہمارے کم از کم دس لاکھ ممتاز آدمیوں کی زندگی کے حالات جمع ہو جائیں اور ہم پر یہ بھی روشن ہو جائے کہ تاریخ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں یا اور اہمیت رکھنے والی چیز ایسی نہیں جو اس ذخیرے میں اپنی نمائندگی نہ کر رہی ہو" ڈاکٹر اسپرنگر نے جو اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے وہ تو میں نے نہیں دیکھا لیکن اس کے یہ الفاظ ضرور دیکھے ہیں جن کو ڈی۔ سی اسکاٹ اوکنز نے مسلمانوں کی ثقافت اور تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے کوٹ کئے ہیں[3] حقیقت بھی یہ ہے کہ دنیا نے تو آج ترقی کی ہے فنِ تاریخ اور علم جغرافیہ آج ابھرا ہے لیکن مذہبِ اسلام نے علمی، ثقافتی اور تاریخی میدان میں دنیا کو بے دریغ دیا، یہی وجہ ہے کہ آج بھی عربی اور فارسی

---

[1] قاموس المشاہیر مطبوعہ بدایوں ۱۹۲۶ء ص ۲۱۴ ۔ [2] اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع مصنفہ ایڈورڈ فنڈیک

[3] این اورینٹل لائبریری۔ مصنفہ ڈی۔ سی اسکاٹ اوکنز۔

کی لاتعداد ایسی نادر کتب ہیں جن کا ہر زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے اور اکتسابِ علم کی خاطر ہر طرح استفادہ کیا جاتا ہے۔ اسی زیرِ بحث مروج الذہب کو لے لیجئے کہ اپنے فن کی بے بہا اور بے نظیر تصنیف ہے، ایک انمول اور غیر متبادل علمی ذخیرہ اور دائرۃ المعارف (ENCYCLOPAEDIA) ہے جس کی روشنی میں انسان اپنا راستہ تلاش کر سکتا ہے۔ ایک معلم اور ماہرِ آثارِ عتیقہ گلہائے رنگین کھلا سکتا ہے، اور ایک اسکالر اس معلومات کی کان سے ان گنت موتی اور جواہر ڈھونڈھ لا سکتا ہے۔ مروج الذہب باعتبارِ فنِ علم اور مضمون ایک نایاب کتاب تو ہے ہی لیکن خاص کر اُس کا یہ نسخہ جو ہمارے پاس محفوظ ہے وہ ایک تاریخی حیثیت سے زیادہ قابلِ فخر اور لائقِ قدر ہے یہ رموز و نکات اور علمی معلومات تو ہر مسعودی کے مطبوعہ نسخے میں مل جائیں گے لیکن عبدالرحیم خان خاناں کے یہ رشحاتِ قلم اور قلمی کششیں کہاں؟ زمانہ بدل جائے حالات بدل جائیں، لیکن نہ اب خانِ خاناں جیسا عالم فاضل مؤرخ، شاعر پیدا ہو سکتا اور نہ اُس کی یہ نایاب موتی جڑی مدور بانکی، جلی اور نورنگ تحریر ہمیں مل سکتی۔ جب تک تاریخ کی کتابوں سے خانِ خاناں کی علمی خدمات اور اُس کی سیاسی عظمتیں نہیں بھلائی جاسکتیں اُس وقت تک اس نایاب نسخے کی اہمیت اور قدر و منزلت بھی نہیں مٹائی جاسکتی۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء

غدر کے حالات اور نتائج پر سب سے مستند مفصّل اور مکمّل کتاب

مؤلفہ:- سیّد خورشید مصطفےٰ رضوی

ڈاکٹر تاراچند کے پیشِ لفظ، ڈاکٹر اشرف مرحوم، اور مولانا محمد میاں کے تعارف کے ساتھ۔

۱۸۵۷ء پر اُردو میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ مگر شاید اس کتاب کے لئے اب تک جگہ خالی تھی، نادر مواد، انگریزی، اُردو اور فارسی زبانوں سے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مآخذ سے جمع کیا گیا ہے اور اس کو سلیقہ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ شگفتہ اور رواں اندازِ بیان کے ساتھ!

صفحات ۵۷۸ ——— قیمت مجلد سات روپے

مکتبہ بُرہان اُردو بازار جامع مسجد، دہلی ۶